نعت رنگ

نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ

شمارہ ۱۶

فروری ۲۰۰۴ء

مرتب

سید صبیح الدین صبیح رحمانی

مجلسِ منتظمہ

صاحبزادہ انور جمال بدخشانی، عاطف معین قاسمی،
شوکت علی، عدنان حمید فاروقی، محمد عارفین خان

مجلسِ مشاورت

پروفیسر حفیظ تائب، ڈاکٹر عاصی کرنالی
پروفیسر محمد اقبال جاوید، پروفیسر محمد اکرم رضا
رشید وارثی، عزیز احسن، سیّد افتخار حیدر

بیرونِ ملک نمائندے

اطہر عباسی	:	(جدہ) سعودی عرب
ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد	:	(نیویارک) امریکا
ڈاکٹر تقی عابدی	:	(ٹورانٹو) کینیڈا
سیّد نظیر حسین عابدی	:	(متحدہ عرب امارات)
سیّد علی مرتضیٰ رضوی	:	(لندن) برطانیہ
محمد عبدالرحمٰن صدیقی عابد	:	(ٹوکیو) جاپان

ہندوستان میں

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط	(کل گاؤں)
ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی	(علی گڑھ)
ندیم صدیقی	(ممبئی)

اس شمارے کی قیمت

پاکستان	:	150/روپے

بیرونِ ملک

(بذریعہ ایئرمیل)

سعودی عرب	:	25 ریال
یو اے ای	:	30 درہم
امریکا	:	10 ڈالر
برطانیہ	:	7 پاؤنڈ

سرورق پر نمونۂ خطاطی

محمد امزیل

ناشر

اقلیمِ نعت

CONTACT

Iqleem-e-Naat

Office No.17, Kitab Market,
Street No.3, Urdu Bazar, Karachi
Pakistan.
Tel : (92-21) 6901212
E-mail : naatrang@yahoo.com
website : www.naatrang.com

مرتب و ناشر صبیح رحمانی نے فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ سے چھپوا کر مرکزی دفتر اقلیم نعت
۲۰۱۔اے، صائمہ ایونیو، سیکٹر ۱۴ بی، شادمان ٹاؤن نمبر۲، شمالی کراچی ۷۵۸۵۰ سے شائع کیا۔

پروفیسر محمد اکرم رضا۔ گوجرانوالہ

مہرِ عالم تابِ نعت

(قبلۂ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری ...)

نعت بلاشبہ وہ نعمتِ خداوندی ہے جو قدرت کی طرف سے بندگانِ خاص کو عطا ہوتی ہے۔ نعت صاحبِ کا سرمایۂ اعزاز اور ایک مردِ مومن کا افتخار ہے۔ جب الفاظ عقیدت کا نم حاصل کرتے ہیں تو نعت ہوتی ہے۔ جب تراکیب اور استعارات کو حسنِ آرزو کی چمک عطا ہوتی ہے تو نعت ہوتی ہے۔ جب لفظوں کو مرصع کاری ودیعت ہوتی ہے تو نعت ہوتی ہے۔ نعت پلکوں کی جھلملاہٹ، اشکوں کی جلوہ گری اور حضور نبی کریم ﷺ سے روحانی وابستگی کا نام ہے، جس طرح محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں کیوں کہ یہ نغمہ ہر ساز پر گایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا نزول بھی ہر انسان کے قلب وفکر پر نہیں بلکہ نعت مصطفیٰ ﷺ دل کے کوہِ فاران سے پھوٹتی ہے تو مشامِ جان معنبر ہوجاتے ہیں۔

نعت سیّدنا حسانؓ بن ثابت کی سنت ہے۔ یہ تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت کعبؓ بن زبیر کا روحانی سرمایہ ہے جو صدیوں کے تواتر سے تاریخ کے صفحات پر سفر کرتا ہوا عہدِ حاضر کا اعزاز بنا ہے۔ یہی وہ مدحتِ حضور ﷺ کا قرینہ ہے جو جامیؔ و قدسیؔ اور عرفیؔ و سعدیؔ سے ہوتا ہوا کفایتؔ علی کافی، غلام امام شہیدؔ، امام احمد رضاؔ خانؒ، حسن رضا خانؒ، علامہ محمد اقبالؒ، ظفر علی خانؒ، محسنؔ کاکورویؒ اور امیر مینائیؔ سمیت بے شمار شعرا سے ان کی بہترین فکری کاوشوں کا خراج لیتا ہوا اگلے ادوار کو منتقل ہو رہا ہے۔

اسی کوچۂ نعت میں ایک انتہائی سربلند لہجہ سرزمین گولڑہ کے تاجدار قبلۂ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ سرکار گولڑوی نامور عالم دین، جلیل القدر محدث، عظیم دانائے راز اور معرفت وتصوف کے انوار بکھیرنے والی شخصیت تھے۔ ایک زمانہ برسوں آپ کے

گلستانِ علومِ معرفت سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ آپ نے باطل نظریات کے خلاف جہاد کیا۔ آپ وہ رجلِ رشید تھے جن کے لیے بزمِ ہستی مدتوں محوِ دعا رہتی ہے۔ آپ وہ بطلِ جلیل تھے جن سے مسندِ ارشاد کو اس کا حقیقی حسن عطا ہوتا ہے۔ آپ وہ رہبرِ یگانہ تھے کہ جن کی جنبشِ لب، تقدیرِ خداوندی کا پرتو ہوتی ہے، آپ وہ نابغۂ روزگار تھے کہ جن کا ہر قول، فیصل ہوتا ہے، آپ اسلام کی آبرو اور کاروانِ زندگی کا کمالِ جستجو تھے۔ صورت و سیرت میں شوکتِ اسلاف کا عکسِ جمیل۔ غرضے کہ آپ اپنے علمی و فقہی کارناموں، نظریاتی کاوشوں اور مخلوقِ خدا کو معرفتِ الٰہی سے آشنا کرنے کے حوالے سے اپنے ہی اس شعر کا مصداق معلوم ہوتے ہیں:

از لطف خلاق زماں داریم ممتاز از جہاں
وضع دگر طرز سے دگر، ذوقے دگر شوقے دگر

قبلۂ عالم گولڑوی کی تمام صفات کا تذکرہ بجا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ کی تمام فکری رفعتوں اور روحانی بلندیوں کا مرکز و محور ذاتِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ سرکار ابد قرار ﷺ سے آپ کی محبت ان رفعتوں کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جہاں تک عام آدمی کے تصور کی پرواز بھی ممکن نہیں۔ یہی محبت جب شاعری کے پیرائے میں جلوہ گر ہوتی ہے تو پھر نعتِ رسول کے زمزمے پھوٹتے ہیں۔ مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کے ترانے اُبھرتے ہیں۔ توصیفِ حضور ﷺ کے گلاب کھلتے ہیں۔ اور پھر آپ کی نعت نگاری کے ذریعے عشقِ رسول ﷺ کے ایسے ایسے روحانی اسرار منکشف ہوتے ہیں کہ قاری بحرِ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔

محبتِ رسول ﷺ کی یہی شدت تھی جو انھیں باطل قوتوں کا مقابلہ کرتے کرتے سلطنتِ انگلشیہ کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کی خانہ ساز نبوت کے مقابلے پر لے آئی۔ بزمِ آرائی سے رزم آرائی کی جانب سفر تھا۔ تحریری مقابلے تو مدت سے جاری تھے۔ مناظرے بھی ہو رہے تھے کہ یکایک مباہلہ تک نوبت آ پہنچی تو یہ سیّد زادہ اپنے جدِ اعلیٰ حضور محمد ﷺ کی سنت تازہ کرتے ہوئے مباہلہ کے میدان میں ڈٹ گیا۔ برصغیر کے تمام مسالک کے علما نے اور جملہ مشائخ کرام نے آپ کی علمی فضیلت اور روحانی سرفرازی کو دیکھتے ہوئے آپ کو اسلام کا نمائندہ قرار دے دیا۔ آپ اس شانِ مرتضویؓ کے ساتھ میدانِ عمل میں اُترے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس مباہلہ میں آ جاتا تو قہرِ خداوندی سے ہلاک ہو جاتا۔

اسی طرح جب ایک مرتبہ غلام احمد قادیانی نے آپ کو تحریری مقابلہ کی دعوت دی تو

آپ نے اس مقابلہ کو قبول کرتے ہوئے یہ تاریخی کلمات فرمائے:

علمائے کرام کا اصل مقصود تحقیقِ حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے، فخر و تعلّی مقصد نہیں ہوتا۔ ورنہ جناب نبی کریم ﷺ کی اُمت میں اس وقت بھی ایسے خادمِ دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیرِ قرآن لکھ جائے۔

ظاہر ہے اس سے آپ کا اشارا اپنی جانب تھا۔ چناں چہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے یہ دعویٰ ازخود نہیں کیا تھا بلکہ عالمِ مکاشفہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے جمالِ باکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور پختہ ہوگیا تھا کہ مجھے یقینِ کامل تھا کہ اگر اس سے بھی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور سچا ثابت کر دیتا۔"

ظاہر ہے کہ جب عشقِ مصطفوی پیر سیّد مہر علی شاہ کے ہر بن مو سے اُبھر رہا تھا تو پھر آپ کا ہر جملہ جو شانِ رسول ﷺ میں کہا گیا۔ نعت مرصع کی صورت نظر کیوں نہ آتا۔ آپ کی یہ مشہورِ زمانہ نعت ایک عرصہ سے بے شمار اہلِ ایمان کے لیے وظیفۂ عشقِ حضور بنی ہوئی ہے۔

"اج سک متراں دی ودھیری اے"

یہ نعت اس قدر خوب صورت اور معانی و مفاہیم کے لحاظ سے اس قدر جامع ہے کہ جب بھی کوئی نعت خواں خوش الحانی سے اس نعت کو محفل میں پڑھتا ہے تو سننے والے بے خود ہوجاتے ہیں اور پلکوں پر آنسوؤں کے موتی جھلملانے لگتے ہیں۔ اس نعت کی تاریخ ساز مقبولیت کے پس پردہ ایک داستانِ ایمان آفریں پوشیدہ ہے۔ ہم اس کا کچھ حصہ اصحابِ نظر کی نذر کرنا چاہیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مدینہ عالیہ کے سفر میں بمقام وادیٔ حمرا ڈاکوؤں کے حملہ کی پریشانی کی وجہ سے عشا کی سنتیں مجھ سے رہ گئیں۔ مخلصی فی اللہ مولوی محمد غازی مدرسہ صولتیہ میں شغلِ تعلیم و تدریس چھوڑ کر حسنِ ظن کی بنا پر بغرضِ خدمت اس مقدس سفر میں میرے شریک ہوئے تھے۔ ان رفقا کی معیت میں قافلہ کے ایک طرف سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سرورِ عالم ﷺ سیاہ عربی جبہ زیب تن فرمائے تشریف لاکر اپنے جمال باکمال سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک مسجد میں بحالتِ مراقبہ

دوزانو بیٹھا ہوں۔ آنحضورﷺ نے قریب تشریف لاکر ارشاد فرمایا کہ ''آلِ رسول کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔'' میں نے اس حالت میں آنجنابﷺ کی ہر دو پنڈلیوں کو ریشم سے بھی زیادہ لطیف تھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر نالہ و فغاں کرتے ہوئے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا شروع کیا۔ اور عالمِ مدہوشی میں روتے ہوئے عرض کیا ''حضور کون ہیں۔'' جواب میں وہی ارشاد ہوا کہ آلِ رسولﷺ کو سنت ترک کرنا نہیں چاہیے۔ تین بار یہی سوال و جواب ہوتے رہے۔ تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا جب آپ ندائے یارسول اللہ سے منع نہیں فرما رہے تو ظاہر ہے کہ خود آنحضرتﷺ ہیں اگر کوئی اور بزرگ ہوتے تو اس کلمہ سے منع فرماتے۔ اس حسن و جمال باکمال کے متعلق کیا کہوں۔ اس ذوق و مستی و فیضانِ کرم کے بیان سے زبان عاجز ہے اور تحریر لنگ البتہ بادہ خوارانِ عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات سے ایک جُرعہ اور اس نافۂ مشک سے ایک نفحہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(اقتباس از ''مہرِ منیر'' تصنیف فیض احمد فیض، ص ۱۳۲، ۱۹۶۹ء)

حضرت گولڑوی کی یہ تحریر اور ابیات اس وقت کی سعادتِ عظمیٰ کی کیفیات کی بہت حد تک عکاسی کرتے ہیں۔ تحریرِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آپ وصالِ نبوی کے مراتبِ عالیہ سے مشرف ہو چکے تھے۔ آپ اس وقت جس کیفیتِ نور سے دوچار ہوئے اور حسنِ عقیدت کے انعام کے طور پر جلوہ ہائے محبوب سے جس طور نوازے گئے ان کی حلاوت آفریں صدائے بازگشت ''اج سک متراں دی ودھیری'' کی صورت ہی میں سنائی دے سکتی تھی۔ یہ نعت آپ نے اس موقع پر وادیٔ حمرا اور مدینہ منورہ کے درمیان موزوں فرمائی تھی۔ حضرت قبلہ کی طبیعت میں تواضع اور اخفائے راز کا غلبہ تھا۔ اس قسم کے واقعات کو شاذ و نادر ہی ظاہر فرماتے تھے اور وہ بھی کسی خاص مصلحت کے تحت۔ ورنہ ان انعامات بے کراں کا جو اس دربار گوہر بار سے مرحمت ہوئے یا ان نوازشاتِ بے پایاں کا جو خانۂ خلاقِ جہاں میں عطا ہوئیں ایک شمہ تک بھی کہیں ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وادیٔ حمرا میں پیش آنے والی کیفیاتِ سرمدی میں انھیں جو لطف و سرور عطا ہوا اس کی جھلک اس شہرۂ آفاق نعت کے علاوہ کئی دوسری نعتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ نوازشیں

بھلائی بھی تو نہیں جا سکتیں۔

سوارہ بگذشتی و ما ہنوز از شوق
نہادہ رُوئے بخاکِ سم سمند تو ایم

اس نعت میں اتنا لوچ اور طرزِ بیان میں اتنی تاثر انگیزی ہے کہ دل و جان بہ یک وقت اس کی کیفیات میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔ پوٹھوہاری زبان کی دل کشی و رعنائی اوپر سے عشق و عقیدت کی بہتات کی بدولت یہ نعت رگ و پے میں سمانے لگتی ہے اور قاری اس کیف آگیں تاثر میں اس طور غرق ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں کی مالائیں پرونے لگتی ہے۔ اتنی حلاوت، اتنی موسیقیت، اللہ اللہ، یوں لگتا ہے جیسے انسان نہیں بلکہ خود قدسی شانِ محبوب میں نغمہ پیرا ہوں۔ اس کی تاثر انگیزی کے حوالے سے مولانا فیض احمد فیض جو کہ سرکار گولڑوی کے تذکرہ نگار ہیں اپنی تصنیفِ لطیفِ مہرِ منیر میں ایک واقعہ یوں درج کرتے ہیں:

> متذکرہ بالا نعت کی عالم گیر اثر پذیری اب محتاجِ بیان نہیں رہی۔ پنجابی کلام سے لطف اندوز ہونے والی محفلوں میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اور لوگوں کی فرمائش کے پیش نظر ریڈیو پر بار بار آتی ہے جب کبھی یہ نعت پڑھی جا رہی ہو تو شدتِ شوق و فراق سے ہر آنکھ اشک بار ہوتی ہے اور کیفیات کا نور و سرور سامعین کے قلوب میں موجزن ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں علامہ اقبال میکلوڈ روڈ پر رہتے تھے۔ شام کے دھندلکوں میں کوئی شخص اس نعت کا پہلا شعر ترنم سے کہتا جا رہا تھا۔ علامہ نے اپنے ملازم کو دوڑ کر اس گزرنے والے کو بلوا کر ساری نعت سنی اور جب مقطع میں:
>
> سبحان اللہ ما اجملک، ما احسنک ما اکملک
> کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں
>
> میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا نام سنا تو کہا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کلام میں اتنا بے پناہ درد و اثر کیوں ہے۔
>
> (''مہرِ منیر'' از فیض احمد فیض، صفحہ ۱۳۳، ۱۹۶۹ء)

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ کا سرکار گولڑوی کو یہ خراجِ عقیدت اس اس سبب سے تھا کہ وہ ان کی شخصیت کے روحانی اور دینی کمالات سے بخوبی واقف تھے۔ اس ضمن میں علامہ محمد

اقبال کا حضرت گولڑوی کے نام مکتوب درج ہے۔ اس مکتوب کو کئی تذکرہ نگاروں اور محققین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اس مکتوب میں علامہ اقبال نے پیر صاحب سے اپنی ارادت مندی کا ذکر کرتے ہوئے وحدت الوجود کے حوالے سے ان سے راہنمائی کی استدعا کی ہے۔ ہم اس مکتوب کی ابتدائی سطور قارئین کی نذر کر دیتے ہیں۔ مقصود فقط علامہ اقبال کی پیر گولڑوی سے ارادت مندی کا اظہار ہے۔

لاہور ۱۸/اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ! السلام علیکم۔ اگر چہ زیارت اور استفادے کا شوق ایک مدت سے تھا تاہم اس سے پہلے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اس محرومی کی تلافی اس عریضے سے کرتا ہوں۔ گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ بہرحال آپ کی وسعتِ اخلاق پر بھروسا کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لیے کھٹکھٹایا جائے... میں نے سنا کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرمادیا ہے۔ اس لیے مجھے یہ عریضہ لکھتے ہوئے تامل تھا، لیکن چوں کہ مقصود خدمتِ اسلام ہے، مجھے یقین ہے کہ اس تصدیعہ کے لیے جناب معاف فرمائیں گے اور جواب باصواب سے ممنون فرمائیں گے۔ التماس دعا۔ مخلص۔ محمد اقبال

(نام ونسب از نصیرالدین نصیر گولڑوی، ۱۹۸۹ء، درگاہ گولڑہ شریف)

بات ہو رہی تھی سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کی نعت گوئی کی حکیم الامت علامہ محمد اقبال بہت بڑے عاشقِ رسول ﷺ اور دانائے راز تھے۔ وہ بھلا ایسی عظیم شخصیت سے کیوں کر اجنبی رہ سکتے تھے جس کی زبان اور قلم نے برصغیر کی فضاؤں میں محبتِ رسول ﷺ کی لازوال مہک بکھیر دی جاتی۔ اقبالؔ لاہور میں رہتے تھے اور پیر گولڑوی کی تبلیغی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز لاہور ہی تھا۔ یہ لاہور ہی تھا جہاں سرکار گولڑوی نے شاتمانِ رسول کے خلاف جہاد کیا۔ گستاخانِ بارگاہِ نبوت کا پوری قوتِ ایمان کے ساتھ مقابلہ کیا۔ باطل نظریات کے خلاف سدِّ سکندری بن گئے۔ غیر مسلم قوتوں کا مقابلہ کیا اور سب سے بڑھ کر حکومتِ انگلشیہ کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کے خلاف

جس غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کی صدائے بازگشت صدیوں تک وقت کے ایوانوں میں محسوس ہوتی رہے گی۔ علامہ اقبال کا آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہونا کوئی حیرت انگیز امر نہیں بلکہ حیرت تو تب ہوتی اگر علامہ آپ کی علمی فکری اور فقہی سربلندیوں سے بے خبر ہوتے۔ علامہ اقبال کا یہ فرمانا کہ:

''اب معلوم ہوا کہ اس کلام میں اتنا درد کیوں ہے۔''

''اج سک متراں دی ودھیری اے'' ایسی نعت تھی جو آپ کے قلم گوہر بار سے ٹپکی تو اہلِ شوق کا وظیفہ بن گئی۔ زبان مؤثر، لہجہ حلاوت آفریں اور انداز دل نشیں تھا کہ دلوں میں اُترتی چلی گئی۔ اس نعت کو اس قدر سوز و گداز اس لیے حاصل ہوا کہ اس کے پس منظر میں زیارتِ رسول کے جلوے مچل رہے ہیں۔ خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے رُخِ محبوب کو دیکھا اور سعید بخت ہے وہ قلم جسے حسنِ محبوب کو شاعری کی زینت بنانے کی سعادت عطا ہوئی۔ اگر پیر گولڑوی کی اسی ایک نعت پر بات کی جائے تو داستانِ شوق بے اختیار پھیلتی چلی جائے گی۔ ایک صاحبِ دل نے خوب لکھا تھا کہ اگر پیر گولڑوی فقط یہی لکھ جاتے اور مزید کچھ نہ لکھتے تو یہی ایک نعت انھیں شہرتِ دوام عطا کرنے کا باعث بن سکتی تھی۔

یہ نعت کیا ہے؟ صحیفۂ شوق ہے، جمالِ ذوق ہے۔ کمالِ آرزو ہے، حسن گداز ہے، فکر کی بلند پردازی ہے۔ جذبوں کی سرفرازی ہے۔ عشقِ رسول کی آتش شوق میں پگھل جانے کا نام ہے۔ حاصل سوز و گداز کے نام پر اپنے وجود کو مٹا کر بقائے دوام سے کہنا ہم کنار ہونے کا پیغام ہے۔ الفاظ کی پُرشوق لَے ہے۔ خم کدۂ وارفتگی کی زندگی بخش لَے ہے۔ بلاغت کی جلوہ افروزی ہے۔ دل کا ترانہ ہے، حسنِ بیان کا فسانہ ہے۔ آنکھوں کا نم ہے۔ حبِ رسول ﷺ سے مہکتے ہوئے پھولوں پر رحمتِ مصطفوی کی برستی ہوئی شبنم ہے۔ خاموش لبوں کا نذرانہ ہے۔ مچلتے اشکوں کا پیمانہ ہے۔ جیسے کوئی ساربان وقت کے صحرا میں گم گنبدِ خضریٰ کا تصور کر کے اس صدائے شوق کے ساتھ اپنا راستہ تلاش کر رہا ہے۔

اج سک متراں دی ودھیری اے　　　کیوں دلڑی اُداس گھنیری اے؟
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے　　　اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

یہ نعت مسافر کی کوک ہے۔ شمعِ عشقِ حضور میں جل جانے والے پروانے کی ہوک ہے۔ اس نعت کے بے شمار فکری اور ادبی محاسن اور صوتی کمالات اپنی جگہ، یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

یہ نعت بجائے خود سراپائے رسول ﷺ کا حسن لیے ہوئے ہے۔ ہر بند میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمِ معطر کے کسی نہ کسی عضوِ نورانی کا تذکرہ ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جن آنکھوں میں وادیٔ حرا میں عطا ہونے والی حضور ﷺ کی لمعہ افشانیاں بس رہی ہیں وہ تو ایسے ہی اشعار کا حسن لٹائیں گی۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

مکھ چند بدر شعشانی اے	متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زُلف تے اکھ مستانی اے	مخمور اکھیں دِن مدھ بھریاں
دو ابرو قوس مثال دِسن	جیں توں نوکِ مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعلِ یمن	چٹے دند موتیاں دیاں ہن لڑیاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں	جانان کہ جانِ جہاں آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں	جس شان توں شاناں سب بنیاں

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی کچھ ایسی ہی کیفیت کو قلم بند کیا ہے:

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے کہ مری جان ہیں یہ

پیر گولڑوی کی اس نعت میں تشبیہات و تراکیب کی کثرت ہے مگر کوئی ترکیب بھی ذہن پر بوجھ نہیں بنتی بلکہ دل و دماغ کو روحانی فرحت عطا کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سراپائے اقدس کے حوالے سے ان کے اشعار آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مقدسہ کی ترجمان ہیں۔ جوں جوں نعت آگے بڑھتی ہے آپ پر ذوق و شوق کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔ اور آپ کا سرِ عقیدت بارگاہِ محمدیت میں بصد نیاز خم ہونے لگتا ہے۔ کیوں کہ اسی بارگاہ سے انھیں انوارِ احدیت عطا ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں	بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دِسے اس مورت تھیں	وِچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں
دسے صورت راہ بے صورت دا	توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نئیں بے سوجھت دا	کوئی وِرلیاں موتی لے تڑیاں

توصیفِ مصطفیٰ ﷺ میں لفظوں کے گلاب بکھیرتے بکھیرتے ان پر رقت طاری ہونے لگتی ہے۔ دیدارِ حضور کی تمنا پھر سے جاگنے لگتی ہے۔ جلوۂ رسول ﷺ سے دل و جان کو ضوبار کرنے کی آرزو پھر سے سر اٹھانے لگتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار کے بحرِ بے کنار میں غوطہ ہونے کا احساس پروان چڑھنے لگتا ہے اور پکار اُٹھتے ہیں:

لاہو مکھ توں مخطط برد یمن	من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن	جو حمرا وادی سن کریاں
حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن	نوری جہات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن	سب انس و ملک حوراں پریاں
انہاں سکدیاں تے کر لاندیاں تے	لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت و کاندیاں تے	شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
یعطیک ربک داس تساں	فترضیٰ تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں	واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

اور پھر حضرت گولڑوی کی نعت کا وہ مقطع آتا ہے جو سرکارِ دوعالم کی عظمتوں کا امین اور محبتِ صادق کی تڑپ کا رازدار ہے۔ آپ کو ایک طرف سلطانِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پناہ عظمتوں اور بلندیوں کا احساس ہے اور دوسری طرف اپنی کم مائیگی پر تڑپ تڑپ اُٹھتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اس نعت کے مقطع تک پہنچتے پہنچتے قاری کو کئی مرتبہ کیف آفریں وارداتِ روحانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس نعت کا آخری شعر فقط شعری رعنائیاں ہی نہیں بلکہ قلوبِ غم زدہ کی تمام تر آرزوؤں کی کسک اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ شاعر محبوبِ حقیقی کی شانِ محبوبیت اور اپنی بے چارگی کا تقابل کرتا ہے کہ کہاں وہ ممدوحِ دوعالم، محبوبِ عرب وعجم، فخرِ آدمؑ و بنی آدم ﷺ اور کہاں مجھ سا ختہ حرماں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کے اندر اُمید کے چراغ بھی جھلملا رہے ہیں کہ میں جس سے مخاطب ہوں وہ سراپا رحمت اور سراپا عطا ہے۔ میں سراپا معصیت ہوں تو وہ سراپا شفاعت ہے۔ یہ احساس اس قدر تقویت حاصل کرتا ہے کہ حضرت گولڑوی اس شعر کی بدولت بے شمار الم رسیدگانِ ہستی کو سکون و قرار کی دولت عطا کر جاتے ہیں۔

سبحان اللہ ما اجملک	ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا	گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

حضرت گولڑوی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو نعت کو نمودِ فن کا ذریعہ نہیں بناتے۔ آپ تو خلوت گزینی اور حجرہ نشینی کو ترجیح دیتے تھے۔ مگر جس طرح خوش بو کبھی بھی خلوت کدوں میں محسوس نہیں ہوسکتی اور اس نے زمانے بھر میں پھیلنا ہوتا ہے اسی طرح آپ کے فکر و نظر پر فیضانِ حضور ﷺ کی برسات اس طرح برس رہی تھی کہ آپ فنا فی الرسول ﷺ ہوگئے تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن عشقِ حضور سے آباد تھا۔ اس لیے آپ کی خلوت گزینی بالآخر اس طرح روحانی بزم آرائی میں تبدیل ہوئی کہ آپ ہر شاتمِ رسول کے لیے شمشیر برہنہ اور ہر گستاخ و بے ادب کے لیے برقِ اجل بن گئے۔ آپ کو ربّ کریم نے زبان و بیان کا حسن عطا کیا تھا۔ کئی زبانوں پر عبور تھا مگر زندگی بھر فخر و تعلّی سے دُور رہے۔ عجز و انکسار کو اپنی فکر کا محور بنائے رکھا۔ یہی عاجزی انھیں بارگاہِ رسول ﷺ میں قبولیت کا شرف عطا کر گئی۔

ہم پہلے ''سفرِ حمرا'' کا ذکر کر چکے ہیں کہ اس مبارک سفر میں آپ کو کس طرح زیارتِ رسول ﷺ نصیب ہوئی اور آپ کس شان سے نوازے گئے۔ ایک اور مقام پر اپنی خوش بختی کا اظہار کرتے ہیں۔

مدینے میں بلا بھیجو قریب وادیٔ حمرا
تڑپ کر ڈال لُوں میں ہاتھ پھر سیمیں ساتن میں

اس شعر میں ''سیمین ساتن'' کو ہاتھوں سے چھونے کی سعادت کی طرف اشارہ ہے۔ آگے آپ کا لہجہ عجز و انکسار میں ڈھل گیا ہے اور بارگاہِ رسول ﷺ میں فریاد کناں ہونے لگتے ہیں:

حریف ساغر وے ہوں غریقِ بحرِ عصیاں ہوں سہارا ہے فتوضیٰ کا مجھے محشر مکانن میں
مجھے کیا غم ہے محشر کا، مرا حامی ہے جب وہ شاہ کہا لولاک و طٰہٰ و مزمل جس کی شانن میں
دلامت رو غلام ہو کر تو محی الدین جیلیؒ کا مریدی لاتخف بس ہے سہارا ہر دو کونن میں

سرکار گولڑویؒ ایسی شخصیت تھی کہ جس کا وجود پورے زمانے کا اعزاز ہوتا ہے۔ آپ علومِ دینیہ پر کمال درجے کی دسترس رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نعتیہ اشعار میں سرکار دوعالم ﷺ کی عظمت و فضیلت کے اعلیٰ سے اعلیٰ نکات ملتے ہیں۔ جملہ عشاقِ سرورِ کونین کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور خدائے کریم نے ہر چیز سے قبل تخلیق کیا۔ آپ نے فرمایا ''اوّل ماخلق اللّٰہ نوری'' کہ خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو اپنے نور سے تخلیق کیا۔ اور

مہرِ عالم تابِ نعت

یہ نور اس وقت تخلیق ہوا جب زمان و مکاں نہیں تھے۔ زمین و زمان نہیں تھے۔ لوح و قلم اور کرسی و عرش کا وجود نہیں تھا۔ جب چاند سورج ستارے نہیں تھے۔ جب بحر و بر، شمس و قمر اور شجر و حجر کا وجود نہیں تھا۔ جب زندگی اپنے احساس اور کائنات اپنے ادراک سے محروم تھی تو اس وقت ربّ العالمین نے اپنے محبوبِ مصطفیٰ ﷺ کے نورِ مظہر کو جلوہ گر کیا اور پھر اسی نور سے بزمِ ہستی سجائی گئی۔

اس محبوب اور مرغوب موضوع کو بہت سے شعرا نے اپنے نعتیہ کلام میں قلم بند کیا ہے جیسا کہ امیر خسروؒ فرماتے ہیں:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم — بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسروؒ — محمد ﷺ شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

یہی مضمون ظفر علی خاں کے ہاں یوں نظر آتا ہے۔

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے — اُس نورِ اوّلیں کا اُجالا تمھی تو ہو

یا پھر امام احمد رضا خاں کی تخیل پرواز ملاحظہ کیجیے:

زمین و زماں تمھارے لیے، چنیں و چناں تمھارے لیے
مکین و مکاں تمھارے لیے، بنے دوجہاں تمھارے لیے
دہن میں زباں تمھارے لیے، بدن میں ہے جاں تمھارے لیے
ہم آئے یہاں تمھارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمھارے لیے

اور پھر ایک اور صاحبِ نظر کے ہاں اسی مضمون کا حسن ملاحظہ کیجیے:

فصل اللہ علیٰ نور کرز و شد نور ہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

غرضے کہ نورِ مصطفوی ﷺ کی تخلیق کے بارے میں عربی، اردو، فارسی اور پنجابی زبانوں کے شعرا صدیوں سے نعت کی صورت میں اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔ مگر جب مہر علی شاہ گولڑوی اس مضمون کو بیان کرتے ہیں تو بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ سرکار گولڑویؒ کے فکرِ معجز نما کی پرواز سمندر کو کوزے میں سمونے کا نظارا پیش کرتی ہے۔ آپ کی فکرِ رسا عشقِ رسول ﷺ کی بلندیوں کو اس شان سے چھوتی ہے کہ پڑھنے والا فرطِ عقیدت سے جھوم جھوم اُٹھتا ہے۔ آپ کے خلقتِ نورِ محمدی ﷺ کے مضمون کو اپنے نعتیہ اشعار میں اس شان سے باندھا ہے

کہ دلوں کو نورِ محمدی ﷺ کی تخلیق کے فلسفے تک پہلی مرتبہ رسائی کا احساس ہونے لگتا ہے۔
سیّد مہر علی شاہؒ چند مصرعوں میں وہ کچھ بیان کر گئے ہیں جو بعض اوقات شاعر طویل نعتیہ مثنوی میں بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے اور پھر سرکارِ گولڑوی کی انفرادیت یہ ہے کہ نورِ محمدی ﷺ کی اوّلیت کا تذکرہ کرتے کرتے اپنے والہانہ پن اور بے خودی و سرشاری کو بھی حاصلِ شوق بنا گئے ہیں۔
آپ کا نعتیہ انداز ملاحظہ کیجیے اور لطف و سرور کی کیفیات میں ڈوب جائیے، فرماتے ہیں:

کن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حروف نشان نہ آہا جدوں ڈِتی میم گواہی
اجے وی سانوں اوہ پئے دسدے بیلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رَل تاہیوں بیٹھے جداں سک دوہاں نوں آہی

حضور سیّدنا مہر علی شاہؒ کے نعتیہ اشعار میں ''سک'' کا لفظ بہت سے مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ''سک'' کا مطلب ''طلب، چاہت اور آرزو'' ہے۔ آپ کے نعتیہ اشعار کے حسن کے طفیل یہ لفظ بذاتِ خود اتنا حسین، دلآویز اور جامع نظر آتا ہے کہ نعت کا لازمی جزو دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ لفظ آپ سے پہلے بھی استعمال ہوتا تھا۔ مگر چوں کہ آپ کے نعتیہ کلام نے غیر معمولی شہرت حاصل کی، اس لیے یہ لفظ بھی آپ کی دل نواز نعت نگاری کے صدقے اس قدر مقبول ہوگیا کہ دورِ حاضر کے کئی شعرا کے نعتیہ مجموعوں کے ناموں کا حصہ بن گیا۔ اسی لیے ''کلام الامام الامام الکلام'' یعنی ''امام کا کلام زمانے بھر کے کلام کا امام ہوتا ہے۔'' کا مقولہ آپ پر صادق آتا ہے۔
آپ کو فارسی زبان پر کمال درجے کا عبور حاصل تھا۔ چوں کہ آپ کے دور میں فارسی علما، فضلا کی زبان تھی اور تمام دینی سرمایہ عربی اور فارسی میں ہی موجود تھا اس لیے آپ کی نظم اور نثر فارسی زبان کے حسنِ استعمال کے لحاظ سے بہت اعلیٰ و ارفع نمونہ ہے۔ ہم فارسی زبان میں آپ کے چار ایسے اشعار نقل کر رہے ہیں جن میں مقاماتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے حسنِ تغزل کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں:

بستہ شد اندر ازل خاطر بداں شورِ جہاں — کز نسیم تاب زلفش نوریاں پیچد ہے
اکحل العینین املح و ازج الحاجبین — سرمہ گیں چشمے، کماں ابرو ہلیے ارحمے
روئے تاباں والضحیٰ واللیل مویش ذا سجیٰ — و ز فتحائش لوا یٰسین از متبسمے
دوش در گوشم رسیدہ از سگانِ کوئے دوست — مہر را کے سزد ہر خود پرستے بے غمے

فارسی زبان پر قبلۂ عالم گولڑویؒ کو کمال عبور تھا۔ آپ کے نعتیہ کلام میں حسنِ تغزل بصد شان کارفرما ہے۔ حسنِ تغزل کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ حسنِ تغزل لفظوں کی گل کاری اور جذبات کی سحرکاری کا نام ہے۔ یہ جذبوں کی تپش اور دلِ شوریدہ کی خلش ہے۔ اس میں طالب بہت کچھ کہہ کر بھی یہی محسوس کرتا ہے کہ جیسے کچھ بھی نہیں کہا۔ حسنِ تغزل میں لفظوں کے پھول کھلتے ہیں اور افکار کی کلیاں چٹکتی ہیں۔ ہر شعر بلاغت کا آئینہ دار اور نور و نکہت کا حسنِ پُروقار نظر آتا ہے۔ سیّد مہرعلی شاہ گولڑویؒ عام روایتی شاعر نہیں تھے جو کسی وقتی مجبوری کے تحت نعت و مدحت کے کوچے میں جمالِ باکمال کو تصور میں رکھتے ہیں۔ انھی کی یادیں انھی کی باتیں۔ انھی کے لیے جیتے اور انھی کے ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ نے تو اپنے محبوب ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کا نظارا بھی کر رکھا ہے اور بار بار دیکھنے اور دیکھتے رہنے کی آرزو انھیں مسلسل بے قرار کیے ہوئے ہے۔ یہی بے قراری و اشک باری ان کے نعتیہ اشعار کو حسنِ تغزل کی معراج بخش دیتی ہے۔ اس ضمن میں ان کی اور نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جو آپ کی روحانی وارداتِ قلبی کے غماز ہیں:

صبا ز طرۂ شبرنگِ مہوشِ طناز　　　کشود نافۂ مشکیں بروئے اہلِ نیاز

کیم گدائے درِ مفلسی و کوتاہ دست　　　کجا ایں غالیہ عطری و قصہ ہائے دراز

توئی کہ ذرّہ صفت را بآسماں بردی　　　چگو نہ شکرِ تو گوید کمینہ بندہ نواز

غرض ادائے نیاز است ورنہ حاجت نیست　　　کمالِ حشمتِ محمود را بعجزِ ایاز

رہینِ ساقیِ چشم کہ جرعہ بخشاند　　　ز جامِ چہرۂ ترکانِ مہو شانِ حجاز

بہ بزمِ بادہ فروشاں بہ نیم جو نہ خرند　　　متاعِ زاہدِ طماع چہ حج و صوم و نماز

ہزار چیرِ مغاں راز ہائے سربستہ است　　　[illegible]

اگرچہ حسنِ تو از مہر غیر مستغنی است　　　[illegible] آں نیم کہ ز ایمانِ خویش آیم باز

سیّد مہرعلی شاہ گولڑویؒ جب [illegible]

[illegible] اور [illegible] والہانہ پن سما جاتا ہے۔ زبان کی مٹھاس، لہجے کی چاشنی، برمحل الفاظ کا استعمال، دل نشیں تراکیب برمحل بولتے ہوئے مصرعے، آنسو بہاتے ہوئے جذبے، خیالات کی روانی، احساسات کی طغیانی، افکار کا بحرِ بے کنار اُچھلتا ہوا، معانی کا آہوئے تاتاری مچلتا ہوا۔ ان میں بعض تراکیب ایسی ہیں جو آپ کے اپنے علاقے سے مخصوص ہیں۔ مگر آپ کے لہجے کی مٹھاس

نے انھیں ایسا حلاوت آفریں بنا دیا کہ قلب و جان کو بوجھ نہیں بلکہ روحانی فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کے کہے ہوئے مناقب میں بھی بہت سے اشعار نعتیہ ہیں اور آپ کی منظومات میں بھی اسوۂ رسول ﷺ کی جھلک ملتی ہے۔ آپ نے پنجابی زبان میں جو بھی لکھا [illegible] کلام ٹھہرا اور ایسے قبولیتِ عام کی خلعت عطا ہوئی۔ آپ نے نعتیہ ماہیا بھی لکھا۔ نعتیہ ڈھولا بھی لکھا اور باقاعدہ نعت بھی لکھی۔ غرض جو بھی لکھ دیا عوام و خواص کی نظروں میں محبوب و مقبول ٹھہرا۔

ایک جگہ آپ حضرت جامیؒ کی ''یوسف زلیخا'' کی طرز میں پنجابی نعتیہ اشعار رقم فرماتے ہیں۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کا رُخ سلطانِ دوعالم ﷺ کی جانب ہے اور آپ شہرِ مدینہ کی جدائی میں بے قرار ہیں اور جانِ مدینہ ﷺ کے دیار کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ اس نعت کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

نسیما قاصدانہ ویس لائیں　　　لوجہ اللہ ماہی دے دیس جائیں
ادب سیتی دیویں بوسہ زمیں نوں　　　تے آکھیں اس طرح اُس نازنیں نوں
مدت ہوئی نہ ملیا یار پیارا　　　کدیں منزل کرے سوہنا اتارا
کے ہوی چا نوازیں کوڑوی نوں　　　زیادہ نہ کریں گل تھوڑی سوں
ہو واں میں سگ مدینے دی گلی دا　　　ایہو رُتبہ ہے ہر کامل ولی دا
دلا سمجھا توں اکھیاں روندیاں نوں　　　جگر دا خون بھر بھر کھوندیاں نوں
رہی سمجھاتے آون باز ناہیں　　　روون دھوون تے دَن راز ناہیں

اسی نعت میں ان کا گداز نئی بلندیوں کو چھوتا ہے اور عشق جور سمیات سے غیر آگاہ ہوتا ہے یکا یک ادب کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ کیوں کہ آپ باخبر ہیں کہ یہ ایسا محبوب ہے جو دوعالم ہی کا محبوب نہیں بلکہ اپنے خالق کا بھی محبوب ہے اور یہاں عشق کے نام پر معمولی سی شوخی بھی نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس حوالے میں اس طویل نعت سے مزید کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

بہانواں کول آکھاں بول وے ڈھول　　　ترے بولن اُتوں عالم کراں گھول
وچھوڑا یار کے دے پیش آوے　　　کسے دا یار ناں پردیس جاوے
[illegible] نوں [illegible] کرنا　　　غریب [illegible] دا دل شاد کرنا
کوں ہووے سیو کشتی جہاتاں　　　اساں سر پر بجن دے ڈھل جاناں

سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ آج کے لفظوں میں با قاعدہ شاعر نہیں تھے۔ آپ کی شاعری نمود و نمائش یا شہرت کے حصول کا ذریعہ نہیں تھی۔ اور نہ ہی آپ کے لیے شاعر کہلانا بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس کے لیے آپ نے بہت کم لکھا مگر جو لکھا خوب لکھا۔ آپ کی نعتیہ اشعار اور مناقب پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے دل اور جگر کے ٹکڑے قرطاس کی زینت بنا دیے ہیں۔ اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں تو آپ کے بہت سے نعتیہ اشعار طویل مناقب سے بھی دستیاب ہیں۔ اپنے مرشدِ اعلیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو راہوارِ قلم کا رُخ بے اختیار گنبدِ خضریٰ کی طرف مڑ جاتا ہے اور محبتِ رسول ﷺ کے گل و لالہ نوکِ قلم سے ٹپکنے لگتے ہیں۔

مشہور سماجی شخصیت مولوی محرم علی چشتی کے لڑکے مولوی قائم علی گولڑہ شریف کے درسِ دینیات میں داخل ہوئے تو سیّدنا مہر علی شاہ کی نگاہِ کرم کے فیضان سے علومِ دین میں یکتا ہو گئے اور حضرتِ اعلیٰ سے ''فاضل لاہوری'' کا لقب پایا۔ حالاں کہ تمام اساتذہ مولوی قائم علی کے علمی مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک روز یہی فاضل لاہوری فارسی میں نظم کہہ کر لائے تو سرکار گولڑوی نے انھیں یہ نعت فی البدیہہ لکھوا دی:

آشفتۂ مہروئے پُر ناز و ستم گارم　　　من کشتۂ ابروئے آں دلبر عیارم
بربادِ سیہ چشمے ہمہ روز سیاہم شد　　　وز ناوکِ مژگانش صد خار بہ دلِ دارم
از زلفِ پریشانش شد خانہ بدوشِ من　　　وز مصحفِ روئے او آیاتِ خدا دارم
عشق آمد و شد ساری چوں بو بگلاب اندر　　　اُو در من و من در وے سریست زِ اسرارم
بیروں نہ زدم قدمے ویں طرفہ تماشا بیں　　　پُر آبلہ شد پایم عمریست کہ سیارم
قد کان وما معہ ما کان من الاکوان　　　الان کما کان مشہودِ دلِ زارم
تا یافتہ ام خبرے از بابِ علومِ دل　　　دلدادہ بمہر آں شہ حیدرؓ کرارم

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سرکارِ گولڑوی کی شاعری ان کی وارداتِ قلبی کی غماض ہے۔ انھوں نے بادشاہوں اور سلاطین کے قصائد نہیں لکھے۔ نوابوں اور حکمرانوں کے درباروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ نوابین اور امرا تو آپ کی نگاہِ کرم کے ملتجی رہا کرتے تھے۔ آپ، کی نگاہوں میں تو جمالِ سیّدالکونین ﷺ کے جلوے بسے رہتے تھے۔ باقاعدہ شاعری نہیں فرمائی۔ بعض اشعار قلبی وارداتوں کے ترجمان بن کر اہلِ نظر کے لیے سرمایۂ عقیدت بن گئے۔ بعض اوقات اصحابِ ذوق کی فرمائش پر فی البدیہہ اس شان سے اشعار کہے کہ حاصلِ

کلام بن گئے۔ بعض اوقات آستانہ عالیہ کے ترنم ریز غلاموں کی فرمائش پر قوالی کے انداز پر نعتیہ اشعار لکھے جنھیں شہرتِ عالم اور بقائے دوام کی سند خاص عطا ہوئی اس ضمن میں ان کی لکھی ہوئی ایک نعتیہ قوالی کے دو بند پیشِ خدمت ہیں:

جب سے لاگے تورے سنگ نین پیا
نیند گئی آرام نہیں ساری ساری رین پیا

دُکھ آئے سکھ بھاگ گئے سب عیش مٹا سارا چین پیا
تن من دھن سب تجھ پہ واروں وار دیوں کونین پیا
جیا تڑپت ہے درسن دیجو صدقہٗ حسنؓ حسینؓ پیا
و صل علیٰ کیا شان ہے لامثلک فی الدارین پیا
مہرعلی ہے حب نبی اور حب نبی ہے مہرعلی لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

جب سے لاگے تورے سنگ نین پیا
نیند گئی آرام نہیں ساری ساری رین پیا

سیّد مہرعلی شاہ گولڑوی نظریۂ وحدت الوجود کے زبردست عالم بلکہ مبلغ بھی تھے۔ اس سلسلے میں آپ گھنٹوں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ نامور علما سے جو اس نظریے کے حامی نہیں تھے ان کے مناظرے بھی ہوئے۔ اس نظریے کے مخالف نامور صوفیا نے بھی نظریہ وحدت الوجود کو ایک مقام پر جا کر درست کہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسے بازیچۂ اطفال نہیں بننا چاہیے۔ جیسا کہ سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول منسوب ہے کہ:

منصور نے اناالحق درست کہا تھا مگر حق یہ تھا کہ اسے ضبط کیے رکھتا۔
شریعت تو ظاہری لازم کو بھی مدنظر رکھے گی۔

قبلہ سیّد مہرعلی شاہ گولڑویؒ کی نثریہ تحریروں اور شاعری میں اس عظیم نظریے کی جلوہ گری خوب خوب محسوس ہوتی ہے۔ ان کی نسبت قادریہ کے ساتھ ساتھ چشتیہ بھی تھی۔ شمس الدین سیالویؒ کے دامانِ طریقت سے وابستہ ہوئے تو دنیا ہی بدل گئی۔ اپنے گھر سے بہت کچھ عطا ہوا تھا، سرکار سیالوی کے روحانی فیوضات نے مستغنی کر دیا۔ انھوں نے سرکار سیالویؒ سے اتنی محبت کی کہ فنا فی الشیخ کے درجے پر فائز ہوگئے۔ ادھر سرکار سیالویؒ کو بھی اس مردِ کامل سے غایت درجہ محبت تھی۔ اگر دیکھے ہوئے عرصہ گزر جاتا تو فوراً بلوا لیتے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ ادھر شیخ کے دل

میں طلب جاگی اور ادھر سرکار گولڑوی، سیال شریف کی نورانی فضاؤں میں جلوہ گر ہوجاتے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پیر اور مرید سچ مچ کے عاشق و معشوق تھے۔ دلوں کی زبان سے گفتگو کرتے اور پیغام رسانی کا ہنر جانتے تھے۔ سیّد مہر علی شاہ کا نعتیہ کلام اور غزلیات گولڑہ شریف کے علاوہ سیال شریف میں بھی قوال بڑے ذوق وشوق سے پیش کرتے۔ سرکار گولڑوی کے لکھے ہوئے مناقب ان کی خواجہ شمس الدینؒ سے محبت کی دل نشیں اور نہایت مؤثر تصویر پیش کرتے ہیں۔ ان مناقب میں عشق وعقیدت کی سرفرازی بھی۔ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مجھ سے علمی لحاظ پر جو کچھ ہوسکا ہے وہ اسی شمسِ نورانی (خواجہ شمس الدین سیالویؒ) کے نورِ معرفت کی بدولت ہوا ہے۔ اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' میں تحریر کرتے ہیں۔

> اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ گویا شیخ میرے پاس موجود ہیں اور اپنی توجہ سے وہی قادیان کے جواب میں یہ دلائل میرے قلب میں القا فرما رہے ہیں۔

اشعار کا حسن ملاحظہ ہو:

شمسِ نورانی کہ نورِ مطلق است — در ہمہ آفاق نورش مطبق است
گشت خورشیدے نہاں در ذرۂ — شیر نردر پوسین برہ
ویں عجب کاں شمس از نورِ قدم — ناتواں رابود خود صاحب علم
گر نہ دادے نام پاکت دست را — کس نہ دیدے در جہاں ایں مست را
نام پاکت ساختہ وردِ زباں — مہرِ تورا در دلش کردہ نہاں
ہر دوعالم در ہوائش باختہ — پائے از دیدہ براہش ساختہ
سیما آں سروِ بستانِ خدا — شاہبازِ قدس آں شمس العلیٰ
طلعت رُو از تجلی فی الخیال — مدرکہ با ناطقہ گردند لال
بس کن اے دل قصۂ بے انفصام — السلام اے بدرِ شمسم والسلام

چوں کہ ان اشعار کا انداز نعتیہ ہے۔ تراکیب کے پیمانے میں نعت کا حسن لیے ہیں اس لیے تذکرہ نگاروں کی جانب سے ٹھوکر کھا جانے کا احتمال ہے اور بعض تو ان اشعار کو سرکار گولڑوی کی نعت گوئی کے پلڑے میں ڈال بھی چکے ہیں۔ مگر جب شاعر بقلم خود ان اشعار میں اپنی عقیدت کا مرجع اپنے پیر و مرشد کو قرار دیتا ہے تو کسی اور کو ان اشعار کو نعتِ سرورِ کونین ﷺ سے منسوب

کرنے کی کیا حاجت ہے۔ یہ امر بہرحال طے ہے کہ جب پیر خواجہ شمس الدین سیالوی جیسا بایزید ثانیؒ ہو اور مرید سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ جیسا جنیدِ وقت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وحدت الوجود کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہو تو ارادت مندی ایسی ہی لازوال خوش بو بکھیرتی ہے۔

صوفیائے کرام کا قدیم دور سے ایک شیوۂ شاعری یہ رہا ہے کہ یہ حمد یا نعت کا عنوان نہیں باندھتے۔ اپنی وارداتِ قلبی بیان کیے جاتے ہیں۔ اور آنے والے دور کا خوشہ چین حمد و نعت اور پند و نصائح کے جواہر پاروں کو علاحدہ علاحدہ خانوں میں تقسیم کرتے چلا جاتا ہے۔ سیّد مہر علی شاہ کے ہاں روحانی واردات کی بہتات ہے۔ انتہائی علم و فضیلت نہایت (گہرا مطالعہ) مطالعہ، بے پناہ مشاہدہ اور سب سے بڑھ کر عمل کا حسن۔ ان سب عناصر نے ان کی شاعری کو پڑھنے والوں کے دلوں کے بے پناہ قریب کر دیا ہے۔ ''روز الست'' صوفیائے کرام اور درویش صفت شعرا کا محبوب موضوع ہے۔ اور پھر وہ ساعتیں جب خدائے کریم نورِ محمد ﷺ سے کرسی، عرش، لوح و قلم، زمین و آسمان، ملائکہ و جنت سمیت تمام کائنات تخلیق کر رہا تھا۔ یہ ساعتیں صوفی شعرا کو روحانی واردات اور فکری تگ و تاز کی بدولت اپنے مشاہدہ کا حصہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہ دراصل غیر معمولی مطالعہ، باعمل زندگی، احترامِ شریعت اور محبتِ خدا و رسول ﷺ کی کرشمہ کاری ہے کہ مطالعہ مشاہدہ کا رُوپ اختیار کر لیتا ہے۔ جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کے پس منظر میں حضرت گولڑوی کے یہ اشعار دیکھیے:

اجے وی اوہ پیاں دسدیاں سانوں ماہی والیاں ٹاہلیاں
نال خوشیاں دے رل مل جتھے راتاں کالیاں جالیاں
اُرے تھیں اوہ ہے اُریرے، پریرے پرے تھیں
بے شک آپے آپ ہے اساں سبھے جھوکاں بھالیاں
رات وچ وینہوں ویکھ سمجھے کل شی ھالک
کچھ نہ وچ سب کجھ ہے ڈھڑا ایہہ بیرنگی چالیاں
جے آکھاں توں دسدا ناہیں تیرے بن پھر کون ہے
روپ کس دا میں دساں دیویں جو توں ہی دکھالیاں
ہے جو تنزیہہ عین تشبیہ جمع حق مشہود ہے
کرم کیتا غوث الاعظم اپنے سردیاں والیاں

خدا سے باتیں کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت گولڑوی محبوبِ خدا کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ان کا اوّلیں مصرع:

''اجے بھی اوہپاں دسدیاں سانوں ماہی والیاں ٹاہلیاں''

صاف عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جب ذات خداوندی تمام انبیا و رُسل کی ارواح سے حضورِ مصطفےٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا وعدہ لے رہی تھی۔ ان اشعار کے ساتھ جوں جوں یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے سرکار گولڑوی کی بے چینی انتہا کو چھونے لگتی ہے اور وہ دیدارِ مصطفےٰ ﷺ کی تمنا کرنے لگتے ہیں۔ دیدارِ مصطفوی کی دولت پہلے بھی ان کا مقدر بن چکی ہے۔ اس تناظر میں ان کی بے قراری دیکھیے:

پا کے گل وچ پیچیاں زُلفاں دے میں روندی وتاں
ساوی پیلی ہو رہیاں گیاں سرخیاں تے لالیاں
رہندیاں پل پل سکاں دم دم اڈیکاں تیریاں
کنڈولا کے ٹرگیوں سجناں پریتاں نہ پالیاں
جھات پا کے دل گیوں ساری رَین گزری روندیاں
نین برسن زار رم جھم جیویں بدلیاں کالیاں
دل دا ڈیہڑا خانہ اکھیاں دا دوہاں نوں انتظار
قدم پادیں جیونداں جیوندیاں ند ہوون خوش حالیاں
دیکھ لو رج رج کے اکھیو کجھ وسا نئیں دم دا
پھر بھی پیاں ویکھسن کوئی خوش نصیباں والیاں
مہر ہے ساری علیؓ دی شک نہ رہیا اک ذرّہ
تاہیں اوہ پیاں دِسدیاں سانوں ماہی والیاں ٹاہلیاں

حضرت گولڑوی اپنی نعتوں میں وہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں جو صوفیا کو محبوب رہا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی شاعری میں غضب کا لوچ اور نغمگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ محافل، دینی مجالس اور قوالی کی تقاریب میں آپ کی نعتیں نہایت ذوق وشوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ ویسے تو آپ کا تمام کلام ہی عارفانہ ہے اور اس حیثیت سے ہم گفتگو کرنے لگیں تو داستان دراز سے دراز تر ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن اس مضمون میں ہمارا موضوع بطورِ خاص آپ کی نعتیہ

شاعری ہے۔ بعض مقامات پر تو آپ کی طویل متصوفانہ منظومات سے بطورِ خاص چند نعتیہ اشعار منتخب کرنے پڑتے ہیں۔ آپ کی ایک معروف نعت سے چند بند قارئین کے ذوقِ علمی کی نذر ہیں۔ آپ کی جس نعت سے چند اقتباسات نذر کیے جا رہے ہیں وہ اکثر اعراس کی محافل میں اہلِ شوق کی وارفتگی کا سامان مہیا کرتے ہیں:

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

روندیاں نیناں نوں سمجھا رہی لکھیا پڑھیا سب بھلا رہی
ہک نام سجن دا گا رہی رگ رگ تے لوں لوں ساہاں نال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

کراں یاد میں سوہنی جہات نوں اس سفر عرب والی رات نوں
اس حرا وادی دی گھات نوں یا لَیۡتَنِیۡ یوم الوصال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

آدمؑ تھیں تاں عیسیٰؑ مسیح نفسی بلیسن سب نبیؑ
اُتھے بولسی ہک اُمتی احمد ﷺ نبی صاحب کمال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

ربی الٰہی صمدی صل و سلم علی النبی
فاطمہؓ الزھرا و علیؓ حسنین جگ دی پناہاں نال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

اس مشہور و معروف نعت میں دیدارِ مصطفےٰ ﷺ کے لیے ان کی تڑپ عجیب ہی رنگ اور بے قراری لیے ہوئے ہے۔ اس معاملے میں آپ دیوانگانِ قافلۂ شوق کے سربراہ نظر آتے ہیں۔ بے چینی و بے قراری حد سے فزوں ہونے لگتی ہے:

سارا دن گزاراں بھوندیاں گھت پلڑا مکھ تے روندیاں
ہنجواں نال مکھڑا دھوندیاں ساری رین سولاں تے آہاں نال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نمیں مجال، صل علیہ ذوالجلال

جیندی جند تلی تے دھر رہی گل پلڑا منتاں کر رہی
لکھ واری توبہ پڑھ رہی رُٹھڑا مناون دا خیال

مہرِ عالم تابِ نعت

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نئیں مجال، صلِ علیہ ذوالجلال

جب سے بے قراری اور اضطراب کو چھونے لگتے ہیں تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی شانِ رحمت کا خیال آتا ہے کہ آپ تو بے یاروں کے یار اور بے چاروں کے چارہ ہیں۔ غم نصیب زندگی کا درمان اور رنج و الم کے طوفان میں راحت کا سامان ہیں۔ آپ کی شانِ رحمت روتے دلوں کو ہنساتی اور بھیگتی آنکھوں کو مسکراہٹ کے آداب سکھلاتی ہے۔ آپ سے غم زدہ کا حال پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا رونا کیا اور اضطراب کیسا۔ اس جاں فزا احساس کے ساتھ ایک نئی اُمید دل و جان میں خوشیوں اور مسرتوں کے چراغ روشن کرنے لگتی ہے۔ اور بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں:

مہر علی کیوں پھریں اُداسی — اج کل سوہنا آگل لاسی

ہوسن خوشیاں تے غم جاسی — ملساں لمیاں کر کر باہاں نال

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نئیں مجال، صلِ علیہ ذوالجلال

ہمارا مقصود چوں کہ حضرت گولڑوی کی نعت گوئی ہے اس لیے ہم نے آپ کے سوانح سے گریز کیا ہے۔ اجمالی سا تذکرہ حصولِ سعادت کے لیے یوں ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۹ء بروز پیر راول پنڈی سے چند میل دُور گولڑہ شریف میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سیّد پیر نذرالدین تھے۔ دینی تعلیم مولانا محمد شفیع اور مولانا سلطان محمود سے مکمل کی۔ خاندانی لحاظ سے سلسلہ قادریہ میں صاحبِ اجازت تھے۔ چشتیہ سلسلہ میں سیال شریف کے حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے سلسلۂ بیعت استوار کیا اور تمام زندگی اسی سلسلۂ طریقت کو رواج دیا۔ علومِ ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی سے بھی سینہ منور تھا۔ جب حج کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچے تو دیارِ نور میں آکر خیال آیا کہ یہیں بس جائیں اور زندگی سرکارِ دوعالم ﷺ کے قدموں میں گزار دیں۔ ان دنوں غلام احمد قادیانی حکومت انگلشیہ کی سرپرستی میں بڑی تیزی سے خلقِ خدا کو گم راہ کر رہا تھا۔ عرب وعجم کے نامور مشائخ اور علما کی استدعا پر آپ اس فتنے کے استیصال کے لیے برصغیر میں تشریف لے آئے۔ اپنی تمام قلمی، علمی، روحانی اور نظریاتی قوتیں اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے صرف کر دیں۔ خدائے کریم نے ہر معرکۂ حق و باطل میں آپ کو سرخ روئی عطا کی۔ آپ کا قلم بے پناہ تاثیر کا حامل تھا۔ آپ نے غلام احمد قادیانی کو مباہلے کے لیے لکھا۔ تمام مسالک کے علما آپ کی قیادت میں جمع ہوگئے۔ مگر اسے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس وقت کے صاحبِ کمال بزرگ حضرت خواجہ احمد میرویؒ (میرا شریف) نے فرمایا کہ اگر

مرزا غلام احمد قادیانی آپ کے سامنے آجاتا تو قہرِ خداوندی کی بجلی اس پر گرتی اور وہ زمین میں دھنس جاتا۔ قادیانیت کے علاوہ آپ نے ہر باطل تحریک اور مسلک کا تعاقب کیا جس کا مقصد اہانتِ رسول ﷺ یا توہینِ حضور تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے متعدد علمی کتب تحریر فرمائیں جو آج بھی اصحابِ علم کے ذوقِ علمی کو جلا بخشتی ہیں۔ زندگی کے آخری دور میں سلسلۂ تصانیف، سلسلۂ تقاریر سمیت ہر قسم کی بزمِ آرائی سے کنارہ کش ہوکر حجرۂ نشین ہوگئے۔ یہ فنا فی اللہ کی منزل تھی۔ بالآخر ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو یہ آفتابِ ولایت خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ آپ کے وصال کو ایک عرصہ گزر گیا مگر آپ کا مزار پُرانوار آج بھی مرجع خلائق ہے:

اُذکر اللہ کارِ ہرا و باش نیست

ارجعی برپائے ہر قلاش نیست

ہم نے حیاتِ حضرت گولڑوی چند سطور میں رقم کر کے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی سعی کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ والا صفات سے بے پناہ محبت وعقیدت ہی ان کے اشعار سے نعت کے نام پر ہجر و فراق کی خوش بو کشید کرنے کا باعث بنی۔ آپ کی شاعری میں جہاں نعتِ حضور، رحمتِ حضور اور الطافِ حضور کے حوالے سے کیف و شادمانی کے احساسات ملتے ہیں وہاں ہجر و فراق، جدائی و فرقت اور اشک باری وغم ناکی کے احساسات بھی بدرجۂ اولیٰ ملتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی غزلیات بھی ان کی روحانی واردات کی امین ہوتی ہیں۔ ان کا محبوبِ مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے کلام میں بہ یک وقت حمد و نعت کی کیفیات موجزن دکھائی دیتی ہیں۔ اردو پنجابی کے علاوہ آپ کی عربی اور فارسی زبانوں پر بھی مضبوط گرفت تھی۔ ان کی نعتوں میں جابجا عربی کے مصرعے ہی نہیں بلکہ مکمل اشعار بھی بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ قصیدہ فارضیہ عربی قصائد میں بلند ادبی مقام رکھتا ہے۔ آپ نے اس کے بعض اشعار کا پنجابی میں ترجمہ فرمایا ہے۔ ان میں سے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں جن سے آپ کی اس مہجوری و فرقت کا اندازہ ہوتا ہے جو مدینے سے دُور رہ کر آپ کو بے چین کیے ہوئے تھی:

ساربانان مہربانان راہیا — شالا جیویں خیر تھیویں ماہیا

آکھیں جا اُنہاں پیاریاں دل جانیاں — گوڑھے نیناں والیاں مستانیاں

سارا عالم صدقے آکھاں بول توں — واراں سرئیں اُس انوکھڑے ڈھول توں

بن تساڈے ہک گھڑی سو سال دی — بہہ ٹھکانے پئی تساڈے بھال دی

چشماں فرش وچھاواں خاطر ڈھول دی　　مرحبا یا مرحبا پئی بول دی
پہنچیں جدتوں سوہنیاں دی جھوک تے　　خیر ہووی انہاں نوں ذرا روک تے
جا سنیہوا دیویں اُنہاں جانیاں　　گوڑھے نیناں والیاں مستانیاں
بُھلدے نہیں اوہ بول مٹھڑے ڈھول دے　　بول سانول یار روہی رول دے

ان اشعار میں ہجر و فراق اپنی انتہا کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ قاصد کے ہاتھ پیغام کیا بھیج رہے ہیں یوں لگتا ہے جیسے اپنی رُوح اور دل قاصد کے حوالے کر دیتے ہیں اور اشکوں کی برسات کو اظہارِ مدعا کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ہاں ایسے ہی اشتیاق کی جھلک یوں ملتی ہے:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

بلاشبہ حضرت گولڑوی محبوبانِ بارگاہِ خداوندی میں سے تھے۔ آپ کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جن کا فرمایا ہوا مستند اور جن کا لکھا ہوا حاصل ادب ہوتا ہے۔ آپ اوّل و آخر شاعر نہ تھے۔ آپ تو فقط عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ وہ عاشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کی زندگی سراسر مصطفوی کا نمونہ اور جس کی بندگی آدابِ نیاز سے عبارت تھی۔ جس کی زندگی خدا کے نام پر اور جس کی موت نبی مکرم ﷺ کے پیغام پر تھی۔ نعت تو آپ کے عشق وعقیدت اور وارداتِ روحانی کے اظہار کا قابلِ صد ستائش نمونہ ہے۔ آپ کی نعت گوئی تو اس حدی خوان کا زمزمۂ شوق ہے جسے صحرائے محبتِ رسول میں دیوانہ آگے کو بڑھتے ہوئے وہ جوشِ افتاد کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ آپ گلستانِ مدحت وعقیدت کے وہ گلِ سدابہار ہیں جس کی خوش بو سے ہر آنے والا زمانہ معنبر ہوتا رہے گا۔ روحِ ارضی آپ کی عظمتوں کو سلام کرتے ہوئے آپ کو مقبولیت کی خلعتِ جاودانی عطا کرتے ہوئے پکار رہی ہے:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ماخذ:

۱۔ ''مہرِ منیر'' از مولانا فیض احمد فیض
۲۔ ''مرآۃ العرفان'' از کلام سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی

۳۔ ''نام ونسب'' از صاحبزادہ سیّد نصیرالدین نصیر گولڑوی
۴۔ ''سیارہ ڈائجسٹ'' اولیائے کرام نمبر
۵۔ ماہنامہ ''سلسبیل'' مدیر حاجی فضل احمد
۶۔ ''سیف چشتیائی'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۷۔ ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۷۔ ''الفتوحاتِ الصمدیہ'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۹۔ ''شمس الہدایۃ'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۱۰۔ ''مکتوباتِ طیبات'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۱۱۔ ''ملفوظاتِ مہریہ'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۱۲۔ ''اعلاء کلمۃ اللہ'' از سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی